OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

امجد اسلام امجد کا حمدیہ اور نعتیہ اسلوب: "اسباب" کا خصوصی مطالعہ

A Study of Amjad Islam Amjad's *Ḥamdiya* and *Na'tiya* Style adopted in "*Asbāb*"

Uzma Bukhari
Doctoral Candidate Urdu, Minhaj University Lahore

Prof. Dr. Muhammad Fakhar-ul-Ḥaq Noori
Dean faculty of Languages, Minhaj University, Lahore

Abstract

Amjad Islam Amjad He (1944-2023) the recipient of Presidential Award for Best Performance, Sitara-e- Imtiaz and numerous domestic and foreign awards, was not only a versatile creator but also a very reliable reference in Pakistani Urdu literature. As a poet, play writer, travel writer, columnist, critic and translator, his literary services are unforgettable. In 2019, he was awarded the highest national literary award by the President of Turkey, Tayyip Erdogan. The main reference of his literary personality is poetry. He developed Urdu ghazal and poetry. In the same way, he achieved a prominent position among contemporary writers by presenting *Hamd* and *Na'at* in the form of ghazal and poem. In this research article, an analytical study of his *Hamdiya* and *Na'tiya* style adopted in *"Asbāb"* has been discussed.

Keywords: Amjad Islam Amjad, Lahore, play writer, Urdu poet, Hamd, Na'at, *"Asbāb"*

تمہید

قیام پاکستان سے اب تک پاکستانی ادب کی مختلف اصناف مسلسل ارتقائی سفر میں رہی ہیں اور نہ صرف موضوعات اور تکنیک کی سطح پر بلکہ اسلوب و اظہار میں نت نئے تجربات کی گرماہٹ کا تازہ خون شامل ہوتا رہاہے۔ کسی ملک کے ادب کے لیے یہی

CC BY

تجربے، ادب کی عصری صداقتوں کے علم بردار ہوتے ہیں۔ پاکستانی ادب کی اسی فکری اور فنی روایت کے تناظر میں امجد اسلام امجد ہمارے عہد کی ایسی معروف اور متنوع شخصیت تھے۔ بہ طور شاعر، ڈرامہ نگار، سفر نامہ نگار، کالم نگار، نقاد اور مترجم، ان کی ادبی خدمات خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔ اس تحقیقی مضمون میں امجد کے شعری مجموعے "اسباب" کے تناظر میں ان کے حمدیہ و نعتیہ اسلوب کا مطالعہ پیش کیا جا رہا ہے۔

امجد اسلام امجد: شخصیت اور فن کا مختصر تعارف

صدارتی ایوارڈ برائے حسن کارکردگی اور ستارہ امتیاز جیسے اعلی ترین اعزازات کے حامل امجد اسلام امجد 4 اگست 1944 کو لاہور میں پیدا ہوئے. ان کے تخلیقی سفر کا آغاز ستمبر 1965 کی جنگ سے ہوا جب انھوں نے جنگ بندی پر ایک نظم "شام شہر وفا شعاراں" کہی جو جنوری 1966 میں احمد ندیم قاسمی کے رسالے "فنون" میں چھپی۔ اس کے بعد ان کا کلام اہم ترین ادبی رسائل "اوراق"، "نقوش"، "نیا دور"، "ماہ نو" اور "معاصر" میں شائع ہونا شروع ہو گیا۔ امجد اسلام امجد نے احمد ندیم قاسمی کی صحبت سے خوب فائدہ اٹھایا، جس سے ان کا رجحان کلاسیکی ادب کی طرف ہو گیا۔ امجد محبت، حُسن اور خیر کا شاعر ہے۔ محبت بذات خود خیر اور حُسن کا دوسرا نام ہے۔ امجد محبوب کو حقیقی اور مجازی خانوں میں تقسیم کرنے کا قائل نہیں۔ وہ مجازی محبوب سے حقیقی محبت کرتا ہے اور محبوب حقیقی سے رسمی اور روایتی نہیں، سچی محبت کرتا ہے۔ وہ اپنے حقیقی محبوب سے یوں مخاطب ہوتے ہیں:

اے آنکھیں اور آنکھوں کو یہ نیندیں دینے والے
میں نے ہر ایک خواب میں چُھپ کر تجھے پکارا ہے[1]

وہ صرف ادبی ہی نہیں بلکہ تہذیبی شخصیت بھی تھے۔ اعلیٰ ادبی منزل حاصل کرنے کے باوجود ان کے اندر عجز و انکسار ہمیشہ موجود رہا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قدرت نے انہیں اعلی تخلیقی صلاحیتوں کا بیش بہا خزانہ عطا کیا تھا۔ انہوں نے بیشتر اصناف ادب میں طبع آزمائی کی اور بام عروج کو چھوا۔ تاہم ان کی مجموعی شناخت شاعر اور ڈرامہ نگار کی حیثیت سے ہے۔ ان کی تخلیقات مشاہدے، تجربے اور گہرے فکری شعور کا پتہ دیتی ہیں۔ شعر و سخن کے عہد کی بات کریں تو ہم واقعی "عہد امجد اسلام امجد" میں جی رہے ہیں، کیونکہ امجد اسلام امجد کی متنوع شعری و نثری کائنات نے ایک عالم کو اپنا اسیر بنا رکھا ہے۔ مشتاق شاد نے ان کے بارے میں درست کہا ہے:

خیال و فکر کی رعنائیوں کا شاعر ہے
وہ اپنے عہد کی دانائیوں کا شاعر ہے

امجد اسلام امجد نے اپنے شاعرانہ اظہار کے لیے نظم کا سانچہ اختیار کیا۔ اگرچہ ان کی غزل بھی ایک نیا ذائقہ رکھتی ہے لیکن ان کی انفرادیت کا رنگ نظموں میں زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔ اپنے شعری سفر کے بارے میں امجد اسلام امجد یوں اظہار کرتے ہیں:

"واقعہ یہ ہے کہ مجھے شعر کہتے چالیس برس سے زیادہ ہو چلے ہیں اور اس دوران میں معروف ادبی اصطلاح "آمد کے حوالے سے مجھ پر کئی ایسے تخلیقی دور آئے ہیں جب میں نے ایک ساتھ بہت سی شاعری کی لیکن عام طور پر اس کیفیت کا دورانیہ دو سے چار پانچ دن کے درمیان ہوتا تھا۔ اس سارے عمل میں اب تک کا واحد استثنا چند برس پہلے میرے آٹھویں شعری مجموعے "سحر آثار" کی تکمیل کے دنوں میں ہوا جب میں نے دو تین ماہ کے دوران وقفے وقفے سے پچیس کے لگ بھگ نظمیں اور غزلیں کہیں لیکن تخلیقی وفور کے جس تجربے سے میں اس برس حج کے دوران گزرا ہوں اُس کی کوئی مثال میرے پورے شعری سفر میں

موجود نہیں کہ میں چوبیس دن بغیر کسی وقفے کے ہر روز حمد یا نعت (یا دونوں لکھیں اور صورت حال کچھ ایسی رہی کہ جہاں سے ایک چیز ختم ہوتی تھی وہیں سے دوسری شروع ہو جاتی تھی اور سوائے نماز پڑھنے ہوئے اور کھانا کھانے کے وقفوں کے کاغذ اور قلم مسلسل میرے ساتھ ساتھ رہے"۔[2] اور وہ بے اختیار کہہ اُٹھے:

ترا راستہ مجھے مل گیا یہ کمال مجھ پہ کرم ہوا
گھنی تیرگی میں چراغ سا، تری یاد کا کوئی باغ سا
کبھی جل اٹھا، کبھی کِھل گیا، یہ کمال مجھ پہ کرم ہوا[3]

"اسباب" کی تخلیق

اللہ کریم نے امجد اسلام امجد کو ایک بار حج کی اور پندرہ بار عمرے کی سعادت بخشی اور یہی بابرکت اسفار ان کے حمدیہ اور نعتیہ کلام کی تخلیق کا باعث بنے۔ اپنی تخلیق "اسباب" (مجموعہ حمد و نعت) کے دیباچے میں امجد اسلام امجد کے مطابق گزشتہ ہر عمرے کے دوران انھوں نے کچھ حمدیہ اور نعتیہ اشعار کہے تو ضرور تھے مگر جو کچھ اور جس طرح سے کہنا چاہ رہے تھے اُس میں پوری طرح سے کامیاب نہیں ہو سکے۔ سو جب حج کے انتظامات مکمل ہو گئے تو روانگی سے پہلے انھوں نے اور دعاؤں کے ساتھ یہ دعا بھی مانگی کہ اس بار انھیں حسب خواہش تخلیقی لمحے اور کیفیات ارزانی ہوں کہ دل کی حسرت نکل سکے۔ پتہ نہیں وہ قبول دُعا کا کون سا لمحہ تھا کہ جدہ کی فلائٹ پر بیٹھتے ہی ان کی طبیعت کچھ ایسی رواں ہوئی کہ آئندہ چوبیس دن تک انھوں نے ایک ولایتی محاورے کے مطابق پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ شروع شروع میں خیال تھا کہ مکہ مکرمہ میں تمام تر توجہ اشعار پر رکھی جائے اور نعت کی بات مدینہ منورہ میں گزرنے والے شب و روز پر چھوڑ دی جائے کہ شائد پروٹوکول کا بھی یہی تقاضا ہے لیکن بہت جلد سب ارادے اُس تخلیقی وفور کی رو میں بہہ گئے، جس نے انھیں ایک معمول کی طرح بے بس کر دیا۔ وہ غالب کی طرح یہ دعویٰ تو نہیں کر سکتے کہ ان کی صریر خامہ بھی نوائے سروش بن گئی تھی لیکن حقیقت یہی ہے کہ جو مضامین غیب سے خیال کی قلم رو میں داخل ہو رہے تھے اُنھوں نے سنبھلنے کی مہلت ہی نہیں دی اور وہ بے اختیار جو سمجھ میں آیا لکھتے چلے گئے۔ جب یہ سلسلہ رکا اور انھوں نے بکھرے ہوئے اوراق کو جمع کیا تو معلوم ہوا کہ کل میزان اڑتالیس حمدیہ نعتیہ اور مناجاتی غزلوں اور نظموں تک پہنچ چکا ہے۔[4]

مقبول دعاؤں کا ثمر

حمد و نعت کی ایسی توفیق ہر شاعر کا مقدر نہیں ہوتی۔ "اسباب" کے دیباچے سے واضح ہے کہ امجد اسلام امجد کا حمدیہ نعتیہ کلام ان کی مقبول دعاؤں کا ثمر ہے. اس بات کی پہلی حمد پیش خدمت ہے جو صحن کعبہ میں لکھی گئی:

رحمت ہے بے شمار، کرم بے حساب ہے
مانگیں یہاں یہ جو بھی دُعا مستجاب ہے
دل میں ہے ربّ کعبہ تو کعبہ ہے سامنے
آنکھیں کھلی ہوئی ہیں یہ لگتا ہے خواب ہے[5]

امجد اسلام امجد نے پینتیس حمدیں کہیں۔ ان کی انفرادیت یہ ہے کہ یہ کلام غزل، مثنوی، ماہیا اور نظموں کی شکل میں موجود ہے۔ امجد اسلام امجد نے حمد و نعت کو ایک نئی روایت اور لہجہ عطا کیا جو دیگر شعرا کے ہاں بہت کم نظر آتا ہے۔ مثنوی کی شکل میں ایک حمد دیکھیے:

آدم سے تا محمد عالی مقام سب

لائے یہی پیام کہ ہے ایک سب کا رب
حق سے ہے مصطفیٰ ﷺ کو ملا خاص یہ مقام
کرتے ہیں سارے اہل نظر جس کا احترام
گوتم، کرشن، رام جی، نانک، بھگت کبیر
یہ بھی اُسی کے بندِ محبت کے تھے اسیر [6]

قافیے اور موسیقیت

اس حمدیہ مثنوی میں سب، رب، مقام، احترام، اسیر، کبیر، جیسے قافیوں نے موسیقیت پیدا کر دی ہے۔ امجد اسلام امجد کے نزدیک "یہ شش جہت کائنات" آنکھوں کا استعارہ ہے یہ کائنات مستقل نظارہ ہے جو خدائے واحد و برحق کی تلاش میں مصروف ہے اور خدا بھی ہمارا منتظر ہے ایک حمدیہ نظم ملاحظہ کریں:۔

کبھی کبھی تو یہ لگتا ہے جیسے ہر لمحہ
کسی کی کھوج میں نکلا ہوا ستارہ ہے!
یہ شش جہات نہیں، بے شمار آنکھیں ہیں!
یہ کائنات کوئی مستقل نظارا ہے!
ہم اُس کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں، یہ تو برحق ہے
کہیں پہ وہ بھی مگر منتظر، ہمارا ہے [7]

حمد گوئی میں عصر حاضر کے مسائل

حمد کے حوالے سے امجد اسلام امجد کا امتیاز یہ ہے کہ انھوں نے حمد گوئی میں عصر حاضر کے مسائل مثلاً غربت، بھوک، اداسی و محرومی اور مزدور کے استحصال کو بھی پیش کیا ہے لیکن ان اشعار کے باطن میں صفات الٰہی کے رنگ بھی نمایاں نظر آتے ہیں:۔

جہاں کروڑوں سیاہ، پیلے نحیف بچے
شکم کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں
اور اپنی کبھی اُداس ماؤں کے
خشک سینوں سے بھوک پیتے ہیں
جن کے مردوں کی ساری دولت فقط پسینہ ہے
جس کے بدلے وہ زندہ رہنا خریدتے ہیں
خدائے برتر!
مجھے بتا ان گرسنہ نسلوں کا جرم کیا ہے [8]

استفہامیہ انداز اور اسلامی فلسفے کی باریکیاں

امجد اسلام امجد نے اپنی حمدوں میں استفہامیہ انداز میں اسلامی فلسفے کی باریکیوں کو بھی ہنر مندی سے پیش کیا ہے۔ امجد اسلام امجد کی انفرادیت یہ بھی ہے کہ ان کا اسلوب عام فہم ہے اور انہوں نے حتی الامکان مشکل تراکیب، اصطلاحات اور قافیہ، ردیف سے بھی گریز کیا ہے۔ ایک حمد ملاحظہ ہو:

کہاں سے کس طرح ابلیس کو ملی جرأت؟
تیرا حکم تھا تو سجدہ نہیں کیا، کیسے؟
تو پھر وہ واقعہ "انکار" کا ہو کیسے؟
اور اس کے بعد سے اب تک یہ کیا، تماشا کیسا؟[9]

امجد اسلام امجد ایک حمد بہ عنوان "اے رب غفار" میں اس کائنات کو گورکھ دھندہ قرار دیتے ہوئے اس کے سود و زیاں کو سمجھنے سے قاصر ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ یہ دنیا لغزشوں اور کوتاہیوں کی آماج گاہ ہے، گھاٹے کا سودا ہے اور صرف خدا کی رحمت ہی وسیلہ نجات ہو سکتی ہے۔ اس حمد کی ہیئت بھی آزاد نظم کی ہے اور جمع و تفریق کے ساتھ ساتھ صنعتِ تناسب کا بھی التزام ہے:

ایک سوال کے اندر ہم نے کاٹی نصف صدی،
باندھے لاکھ حساب،
غلط ہی نکلا ہر اک حل کا لیکن انت جواب!
ضرب، جمع تقسیم کے سارے کلیے برت لیے
از روئے تحقیق
ہر کوشش میں ہو جاتا ہے کچھ نہ کچھ تفریق
دیکھ تو کتنا اونچا ہے یہ ردی کا انبار
تو ہی اب کچھ رحمت کر دے اے رب غفار![10]

تحیر سے مملو اسلوب

امجد اسلام امجد کا مجموعہ حمد و نعت "اسباب" منفرد اسلوب کا علم بردار ہے امجد اسلام امجد کے حمدیہ اسلوب میں تحیر کی فراوانی ہے اور اس کے پس منظر میں باطن کی روشنیوں کا ظہور ہوا ہے۔ ان کے حمدیہ کلام کا ہر شعر کائنات کی سچائیوں کا مظہر ہے. امجد ان خوش نصیب سخن وروں میں شامل ہیں جو دوران حج، حرم پاک میں بھی اپنی قلبی اور روحانی کیفیات کی صورت گری میں مصروف رہے:

اک بحر بے کنار رواں ہے طواف میں
لگتا ہے جیسے سارا جہاں ہے طواف میں
اک بے خودی کی ہر لیے جاتی ہے کہیں
کس کو خبر کہ کون، کہاں ہے طواف میں
تاروں کا رُوپ دھار کے ہیں گل فشاں ملک
جنت کے باغ کا سا سماں ہے طواف میں[11]

فنی باریکیاں اور معنویت

امجد اسلام امجد نے اپنی حمدوں میں فنی باریکیوں کا بھی پورا خیال رکھا ہے۔ قافیوں کا استفادہ بہت عمدہ ہے جو ردیف میں کھپائے گئے ہیں اور معنویت کو بڑھا رہے ہیں کئی جگہ صنعت تضاد، تکرار اور مراعات النظیر کا خیال بھی رکھا ہے۔ امجد نے اپنی حمدوں میں فنی باریکیوں کا بھی پورا خیال رکھا ہے۔۔ قافیوں کا استفادہ بہت عمدہ ہے جو ردیف میں کھپائے گئے ہیں اور معنویت کو بڑھا رہے ہیں ک ئی جگہ صنعتِ تضاد، تکرار اور مراعات النظیر کا خیال بھی رکھا گیا ہے :۔

میں ایک ذرہ ریگِ رواں تھا صحرا میں
مجھے ثبات دیا، کہسار تو نے کیا
خطا کے بعد خطا پے بہ پے ہوئی مجھ سے
معاف مجھ کو مگر بار بار تو نے کیا[12]

ان اشعار میں ریگ ، صحرا، کہسار، ذرہ، صنعت مراعات النظیر کی عمدہ مثالیں ہیں جب کہ خطا، پے بہ پے ،بار ، صنعتِ تکرار ہیں۔ امجد کے ہاں دعاؤں کی قبولیت، حیرت پیدا کرتی ہے اور خدائے واحد کے "مختارِ کل" ہونے کا عقیدہ، انہیں یقین کامل کی منزل پر پہنچا دیتا ہے اوران کا وجدانی احساس اس نہج پر پہنچ جاتا ہے کہ وہ رب کعبہ کو اپنے روبرو محسوس کرتے ہیں اور یوں پکار اٹھتے ہیں:۔

دیکھو وہ سامنے ہے خزانہ بھرا ہوا
مانگو کہ خود ہے سامنے مالک کھڑا ہوا[13]

مجازی محبت کے تلازمات

امجد اسلام امجد کی ایک اور حمد کا عنوان ہے "یہ جور یگِ شب فراق ہے" اس میں شاعر نے مجازی محبت کے تمام تلازمات، محبوب حقیقی کے لیے استعمال کیے ہیں۔ یہ انداز، انگریزی شاعر DONNE سے بہت مماثل ھے اور اس میں ذات باری تعالیٰ سے ایک گہرے شخصی رابطہ، ایک شدید جذباتی تعلق، ایک عظیم فکری لگاؤ کا احساس ہوتا ھے، شاعر شکوہ کرتا ہے:۔

سوئے آسماں سے کدھر گئی تیرے التفات کی کہکشاں
وہ میرے نصیب کی بارشیں
کسی اور چھت پہ برس گئیں
اور اس نگاہِ کرم کا متمنی جس کے نتیجہ میں
اس ایک پل میں ہوجا وداں
تیری آرزو کہ ہے بیکراں[14]

یقینی طور پر اردو حمد کی روایت میں یہ اسلوب منفرد ہے۔ ایک اور حمدیہ نظم بہ عنوان "طوافِ وداع" میں امجد نے یہ دعا کی:۔

جاتے تو ہیں یہاں سے مگر اس دُعا کے ساتھ
پھر حاضری نصیب ہو اور بار بار ہو[15]

اور یہ دعا قبولیت کا شرف پا گئی اور انھیں بار بار حاضری نصیب ہوئی جو کہ امجد نے کئی حمدیں حرم شریف میں بیٹھ کر لکھی ہیں اس لیے ان میں داخلی و خارجی جذبات و مشاہدات کی ترجمانی صاف نظر آتی ہے۔ بلاشبہ امجد کی حمد سفر حجاز مقدس کی بابرکت روداد بھی ہیں اور ثوابِ دارین کی حقدار بھی۔

کائنات کی ازلی سچائیوں سے آگاہی

امجد کا حمدیہ کلام ہمیں کائنات کی ازلی سچائیوں سے آگاہ کرتا ہے۔ روحانی اور وجدانی انکشافات کا یہ سلسلہ امجد کی فکر و نظر کو اپنے حصار میں لیے ہوئے ہے اور یہ سلسلہ خاکِ مدینہ کو بوسہ دے کو عرشِ عظیم کی طرف محوِ پرواز ھے۔ تخلیقی وفور کی یہی کیفیت امجد کو حمدِ باری تعالی سے نعتِ رسول مقبول کی طرف لے جاتی ہے کیوں کہ اس کی بنیادی شرط حُبِ رسول ہے امجد بھی محبتِ رسول سے سرشار ہو کر کہتے ہیں:۔

سخن کے نور سے کردار کے اُجالے سے
یہ کائنات بنی ہے ترے حوالے سے
بس ایک دستِ کرم نے مٹا دیئے یکسر
دلوں کے پیچ تھے جو تفرقوں کے جالے سے
ہر ایک تخت سے بالا ہے بوریا جس کا
ہیں ہے کام اُسی دو جہان والے سے[16]

قرآن کریم میں ارشادِ خداوندی ہے: ترجمہ: "اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو نبی کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تمھیں خبر نہ ہو" (سورۃ الحجرات:2) امجد نے بھی اسی حکم خداوندی کے تحت "آہستہ بولیے" کی خوبصورتی ردیف میں یہ خوبصورت نعت کہی:۔

شہر نبی ہے سامنے، آہستہ بولیے
دھیرے سے بات کیجئے، آہستہ بولیے
ان کی گلی میں دیکھ کے رکھیئے ذرا قدم
خود کو بہت سنبھالیے، آہستہ بولیے
اُن سے کبھی نہ کیجئے اپنی صدا بلند
پیش نبی جو آیئے، آہستہ بولیے
شہر نبی ہے شہر ادب، کان دھر کے دیکھ
کہتے ہیں اس کے راستے، آہستہ بولیے[17]

ایک اور نعت مبارک میں امجد اسی مضمون کو یوں ادا کرتے ہیں:۔

گزرتی ہے ادھر سے کہکشاں، آہستہ آہستہ
ستارے بات کرتے ہیں یہاں، آہستہ آہستہ

یہاں ہر ہر قدم پر ہے کسی کے سانس کی خوشبو
چلو اس پاک بستی میں میاں، آہستہ آہستہ[18]

درِ رسول ﷺ پر حاضری کے آداب

بلاشبہ ان کی نعت ہمیں درِ رسول ﷺ پر حاضری کے آداب بھی سکھاتی ہے اس نعت میں "آہستہ آہستہ" کی ردیف اور تکرار نے ایک صوتی آہنگ پیدا کر دیا ہے اور اسلوب کو دلکش بنا دیا ہے امجد کے نعتیہ کلام میں چوبیس نعتیں غزل کی ہیئت میں اور نو نعتیں نظم کی صورت میں موجود ہیں. یہ گل ہائے نعت شہر مدینہ، روضۂ اقدس (بارگاہِ عرش مقام)، شہرِ رسول اور جنت البقیع جیسے مضامین پر مشتمل ہیں۔ امجد کے خیال میں، وہ خوش بخت راستے تھے جن پر آپ نے قدم مبارک رکھے اور خوش نصیب صحابہ کرام تھے جنھیں آپ کی زیارت نصیب ہوئی:۔

خوشا راہیں کہ جن پر آپ نے اپنے قدم رکھے
خوشا آنکھیں کہ جن کے بخت میں تھا، آپ کا چہرا[19]

امجد اسلام امجد کو کامل یقین ہے کہ نور مجسم ﷺ کی خوشبو اسی طرح روضہ اطہر میں پھیلی ہوئی ہے جس طرح چودہ سو برس پہلے تھی:۔

وہ مسجد، جس کی دیواریں تری خوشبو سے روشن ہیں
خوشا قسمت کہ میں نے اُس کی مٹی پر کیا سجدہ[20]

مذکورہ شعر سے مسجد نبوی کی عظمت اور شاعر کی حقیقت واضح ہے۔ شہر مدینہ کی زیارت کرنا اور گنبدِ خضرا کو آنکھوں میں بسالینا ہر مسلمان کی دلی آرزو ہے۔ یہی آرزو امجد اسلام امجد کی ایک اور نعت میں بھی نظر آتی ہے:۔

ترے شہرِ مکرم کی ہوا میں سانس لیتے ہی
مرے سینے کا سارا بوجھ جیسے ہو گیا، ہلکا
ترے روضے کے گنبد پر وہی لمحہ کنارا تھا
نظر جس وقت ٹھہری تھی مرے دشتِ تمنا کا[21]

مذکورہ شعر میں سانس لینا، سینے کا بوجھ ہلکا ہونا، گنبد پر نظر ٹھہرنا، دشتِ تمنا کا کنارہ، شعریت اور بلاغت کی بہترین مثالیں ہیں۔ بظاہر یہ اشعار سادگی کا نمونہ ہیں لیکن تغزل کی چاشنی اور عقیدت کی سرشاری سے معمور ہیں۔ امجد اسلام امجد عشقِ رسول ﷺ کو اپنی بخت کی معراج سمجھتے ہیں۔ محبت رسول ان کے نزدیک انسانی زندگی کا حاصل ہے:۔

جب جب رسولِ پاک کے مہمان ہم ہوئے
کیا کیا نہ اپنے بخت پہ حیران ہم ہوئے
آئے تھے اس جہان میں ہم آدمی مثال
اُن کی نظر کے فیض سے انسان ہم ہوئے
ترتیب میں گو آخری اُمت ہے آپ کی
لیکن کتابِ زیست کا عنوان ہم ہوئے[22]

لفظوں کے انتخاب میں احتیاط

نعت گوئی پلِ صراط کی مانند ہے۔ مدحت رسول میں خود کو سنبھالنا ہی نعت کا جوہر ہے۔ یوں قلم اٹھانا کہ نہ بال برابر کمی ہو اور نہ ہی ذرہ بھر غلو نظر آئے، جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ امجد اسلام امجد کو بھی اس کا بخوبی ادراک تھا، اشعار ملاحظہ ہوں:۔

تیرے بیانِ خیر کے، ذکرِ جمیل کے، سوا
کار دگر ہے بے ثبات، بار دگر ہے بے ثبات
جتنا بھی ہو سکے ڈرو، جتنی بھی ہو سکے کرو
لفظوں کے انتخاب کی، مدح نبی میں احتیاط[23]

امجد اسلام امجد نے رسول مکرم سے آگہی کے لیے "تنسیخِ ذات" کو شرط قرار دیا ہے کہتے ہیں کہ:۔

آپ سے آگہی کی شرط ہے یہ
پہلے تنسیخ ذات کی جائے[24]

امجد نے چھوٹی بحر کی نعتیں بھی کہیں اور ان میں بھی اپنی فنی مہارت کا ثبوت دیا۔ مثال کے طور پر درج ذیل نعت کا مطلع، خود سہلِ ممتنع ہے:۔

آپ کا نام مانگتا ہوں میں
رُوحِ اسلام مانگتا ہوں میں
آپ کی پیروی سے ہو منسوب
ایسا الزام مانگتا ہوں میں[25]

تخلیقی تازگی

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کا اسمِ گرامی، خود مکمل روحِ اسلام ہے۔ یہ اشعار صنائع معنوی کی بہترین مثال ہیں امجد کے ہنر میں الفاظ کا انتخاب اور اس کی نشست کی اہمیت ہے۔ ان کے حمدیہ اور نعتیہ کلام کا اسلوب والہانہ ہے۔ نادر تشبیہات، تازہ استعارات اور رعنائی خیال نے ان کے حمدیہ اور نعتیہ کلام کو جمال افروز بنا دیا ہے۔ امجد نے اپنے حمدیہ اور نعتیہ کلام میں تازہ ہواؤں کی بندش کے باوجود اپنے اسلوب کے فکری اور فنی زاویوں کو منتشر نہیں ہونے دیا، تخلیقی تازگی کو برقرار رکھا، جدید اردو حمد و نعت کے منطقے کا یہی موسم ہے امجد کی نعت میں نہ صرف ذاتِ اقدس حضورِ اکرم ﷺ کا ذکر ہے بلکہ دینِ محمدی کا پَرتو بھی جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔

عشقِ رسول کی قبولیت

اسی عشقِ رسول ﷺ کی مستجابی تھی کہ اپنی وفات سے چند روز قبل انہیں درِ رسول ﷺ سے اذنِ باریابی ملا اور وہ بارگاہِ رسالتِ مآب کے سامنے یوں مدح سرا تھے:۔

حاجتِ کون و مکاں، مقصدِ نوعِ بشر
مجھ پہ بھی اک نظر
مجھ کو بھی دیجیے کبھی

میرے ہونے کا پتہ
یا نبی صلی علیٰ، یا نبی صلی علیٰ[26]

یوم امجد اسلام امجد دل میں عشقِ رُخِ شہ کا داغ لیے اور چہرے پہ ثنائے مصطفی کی رِدا اوڑھے 10 فروری کو 2023 کو اپنے رب کے حضور پیش ہو گئے اور پاکستانی ادب کو یتیم کر گئے۔

خلاصۂ بحث

امجد اسلام امجد کے حمدیہ و نعتیہ کلام میں خود سپردگی، خودداری، عزتِ نفس کا احساس بھی ہے۔ حرص و ہوس اور دنیاوی آرزو سے گریز کے مضامین بکھرے نظر آتے ہیں۔ امجد اپنے حمدیہ اور نعتیہ کلام میں بہ طور واعظ اور مصلح نظر نہیں آتے بلکہ انھوں نے عصری مسائل اور معاشرتی نشیب و فراز کو اپنی ذات کے حوالے سے قاری کے سامنے پیش کیا ہے۔ ان کے حمدیہ اور نعتیہ کلام میں داخلی جذبہ، ذوق و شوق، سرخوشی و سرشاری اور وجدانی جذب و مستی نمایاں ہے چنانچہ یہی وہ اسلوب ہے جو امجد اسلام امجد کو ہم عصر شاعروں میں انفرادیت عطا کرتا ہے۔ امجد کے روحانی اور وجدانی انکشافات میں ایک لامتناہی سلسلہ خاکِ شہِ دو جہاں سے جڑا ہوا تھا۔ وہ خاکِ مدینہ پہ نقشِ کفِ پا کی تلاش کرتے رہے۔

References

1 Amjad Islam Amjad, *Fishār* (Lahore: Jahāngīr book depot, 1998), 18.
2 Amjad Islam Amjad, *Asbāb* (Lahore: Sang-e-Meel Publications), 9.
3 Amjad, *Asbāb*, 28.
4 Amjad, *Asbāb*, 11.
5 Amjad, *Asbāb*, 15.
6 Amjad, *Asbāb*, 17.
7 Amjad, *Asbāb*, 153.
8 Amjad, *Asbāb*, 109.
9 Amjad, *Asbāb*, 19.
10 Amjad, *Asbāb*, 158.
11 Amjad, *Asbāb*, 33.
12 Amjad, *Asbāb*, 140.
13 Amjad, *Asbāb*, 32.
14 Amjad, *Asbāb*, 122.
15 Amjad, *Asbāb*, 99.
16 Amjad, *Asbāb*, 143.
17 Amjad, *Asbāb*, 55.
18 Amjad, *Asbāb*, 61.
19 Amjad, *Asbāb*, 134.
20 Amjad, *Asbāb*, 135.
21 Amjad, *Asbāb*,135.
22 Amjad, *Asbāb*, 136.
23 Amjad, *Asbāb*, 178.
24 Amjad, *Asbāb*, 124.
25 Amjad, *Asbāb*, 154.
26 Amjad, *Asbāb*, 112.